نام کتاب	:	**جنوبی ایشیا کے اردو مجموعہ ہائے فتاویٰ** (۱۹/ ویں اور ۲۰/ ویں صدی عیسوی)
مرتب	:	مجیب احمد
ناشر	:	نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد
صفحات	:	۲۳۶
قیمت	:	۲۴۰ روپے
طبع اوّل	:	۲۰۱۱ء
تبصرہ نگار	:	عبد الکریم عثمان ۞

جنوبی ایشیا میں اہل علم و افتا کی طرف عوام کے رجوع کی روایت بہت عام ہے۔ مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ اپنے مسلک و مذہب کے علما و مفتی حضرات سے پیش آمدہ مسائل کے حل کے سلسلے میں رابطہ کرتے ہیں اور یہ رجحان دیگر مسلم ممالک میں رہائش پذیر مسلمانوں کی نسبت برصغیر میں بہت مضبوط اور نمایاں ہے، اور اس کی ایک بہت بڑی وجہ یہاں کے باشندوں کا بالعموم تقلیدی مزاج ہے کہ وہ کسی شرعی مسئلے کے پیش آنے پر اس کے جواب کے لیے اپنی دانست کے مطابق عمل کرنے کے بجائے کسی مستند عالم اور معروف مفتی کی راہ نمائی حاصل کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور اس کی روشنی میں اپنے انفرادی و اجتماعی، معاشی و معاشرتی الجھنوں اور مسائل کا حل نکالتے ہیں۔

اس عمومی رجحان کی بنا پر برصغیر میں "شعبۂ افتا" کے غیر سرکاری ہونے اور حکومتوں کی کسی بھی قسم کی سرپرستی یا مداخلت سے آزاد ہونے کے باوجود اہمیت اور اس کے معاشرتی اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی اہمیت کے پیش نظر جہاں ان فتاویٰ کو محفوظ کرنے، ان کی جمع و تالیف اور نشرو اشاعت کا اہتمام کرنے کا رجحان پڑا وہاں ان فتاویٰ کے مجموعوں پر مختلف پہلوؤں سے اہل علم کی طرف سے نگارشات، تبصروں اور تجزیوں کے پیش کرنے کا رجحان بھی قائم ہوا۔ اربابِ علم و تحقیق کی اس کاوش کے دو نمایاں فائدے سامنے آئے:

۞ لیکچرر، شعبہ فقہ و قانون، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

۱۔ ان فتاویٰ کے مجموعوں کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان کے علمی استناد، صحیح و سقیم مسائل میں امتیاز، صاحب فتویٰ کی علمی و اجتہادی صلاحیت کا اندازہ اور تاریخ کے اس دور کے مسلمانوں کی اعتقادی، دینی اور عملی حالات و رجحانات کا علم وغیرہ وغیرہ فوائد حاصل ہوئے۔

۲۔ اہل حضرات میں "فتویٰ نویسی" کے جلیل القدر کام کے حوالے سے احتیاط و بیدار مغزی میں اضافہ ہوا، اور بلا تحقیق آزادانہ رائے دینے اور طے شدہ حدود و قیود کو نظر انداز کر کے غیر مفتی بہا اقوال اور مرجوح و تفرد پر مبنی آرا کی بنیاد پر فتویٰ دینے کے عمل سے محتاط رہنے اور اجتناب کرنے کی بنیاد پڑی۔

ان مجموعہ ہائے فتاویٰ کے حوالے سے اہل علم کے تبصروں و تجزیوں کی تحریرات اردو زبان میں سامنے آئی ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ محمد اسحاق بھٹی: **برصغیر پاک وہند میں علم فقہ**، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۷۳ء

۲۔ محمد مکرم احمد نقشبندی: **فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی جائزہ**، کراچی، ادارہ تحقیقات امام رضا، ۱۹۹۰ء

۳۔ محمد خالد مسعود: **برصغیر میں اسلامی فکر کے راہ نما، اٹھارویں صدی عیسوی میں**، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۰۸ء

اسی سلسلے کی نئی کتاب، پاکستان کے معروف اشاعتی ادارے نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد نے **جنوبی ایشیاء کے اردو مجموعہ ہائے فتاویٰ (۱۹ر ویں اور ۲۰ر صدی عیسوی)** کے نام سے شائع کی ہے، جس کے مصنف جناب مجیب احمد اور نگران مظہر الاسلام ہیں۔

یہ کتاب درمیانے سائز کے ۲۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور مصنف نے کتاب کو ابتدائیہ، تین ابواب اور اختتامیہ پر تقسیم کیا ہے۔

ابتدائیہ میں تحقیقِ فقہ، تاریخ فقہ، تدوین فقہ، تاریخ فتویٰ اور آداب المفتی و المستفتی کو ذکر کیا ہے، جب کہ باب اوّل میں جنوبی ایشیا میں فقہ حنفی کا آغاز و اشاعت اور باب دوم میں جنوبی ایشیا میں اردو فتاویٰ کا آغاز و ارتقا اور باب سوم میں پاکستان و بھارت میں قائم فقہی و تحقیقی اداروں کا تذکرہ ہے اور ڈیڑھ صفحہ پر مشتمل

اختتامیہ میں معاصر علمائے احناف کو زمانے کے بدلتے ہوئے حالات و تقاضوں سے فقہ حنفی کو ہم آہنگ کرنے کی رائے اور مشورہ پیش کیا گیا ہے۔

بلاشبہ اردو میں دستیاب مجموعہ ہائے فتاویٰ کے اجمالی تعارف کے ساتھ مؤلف نے جس قدر محنت سے جمع و تالیف کا کام لیا۔ وہ قابل تحسین ہے، تاہم ۲۰۰۹ء تک کی شائع شدہ کتب میں سے

۱۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، **کتاب الفتاوی**، کراچی، زم زم پبلشرز، ۲۰۰۸ء

۲۔ مفتی عبدالرحمن ملاخیل، فتاوٰی عبدالرحمن، کراچی، دار الافتاء و التحقیق مسجد ابوبکر الصدیق، فیز ۲، DHA، ۲۰۰۹ء

۳۔ مفتی رضا الحق، **فتاویٰ دارالعلوم زکریا**، کراچی، زم زم پبلشرز، نومبر ۲۰۰۷ء

۴۔ قاضی مجاہد الاسلامی قاسمی، **فتاویٰ قاضی**، نئی دہلی، ایفاء پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء

وغیرہ کتب اس مجموعہ میں شامل نہیں ہو سکیں، اور ایسی کتب شامل ہو گئی ہیں جو فقہی مسائل پر تو مشتمل ہیں لیکن ان کو فتاویٰ کا مجموعہ نہیں کیا جاسکتا، مثلاً مفتی تقی عثمانی صاحب کی **فقہی مقالات** (ص ۱۱۳) اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی **جدید فقہی مسائل** اور **قاموس الفقہ** (ص ۱۲۱)، مولانا عمر احمد عثمانی کی **فقہ القرآن** (ص ۱۲۹)، مولانا برہان الدین سنبھلی کی **موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل** (ص ۱۳۰)، مفتی عبدالرؤف سکھروی کی **فقہی رسائل** اور مفتی محمد شفیع صاحب کی **جواہر الفقہ** وغیرہ نمونے کے طور پر مطبوعہ پیش کی جاسکتی ہیں، کیوں کہ اصطلاحی طور پر "فتوے کا اطلاق کسی استفتا یا سوال کے دیئے گئے جواب پر ہوتا ہے، چناں چہ قرآن کریم میں مذکورہ ارشاد خداوندی سے بھی واضح ہوتا ہے: ﴿ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ ٱللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِى ٱلْكَلَـٰلَةِ ﴾[1] اور علامہ یوسف القرضاوی بیان کرتے ہیں:

۱۔ معنى الفتوىٰ....الفتوىٰ شرعًا: بيان الحكم الشرعى فى قضية من القضايا جواباً عن سوال سائل، معين كان اؤبهم، فرد اوجماعة. (یوسف القرضاوی، الفتوىٰ بين الانضباط و التسيب، المكتب الإسلامى للطباعة و النشر، بیروت، ۱۹۹۵ء، ص۱)

۱۔ القرآن ۴: ۱۷۶

اگر فاضل مؤلف ان فقہی کتب و رسائل کو حذف کر کے صرف کتب فتاویٰ کے تعارف و تبصرہ پر اکتفا فرماتے تو محض فہرست کتب اور اجمالی اور انتہائی مختصر تعارف کے جامع علمی و تحقیقی تجزیہ اور یہ ایک بہتر اور امتیازی علمی کاوش ہوتی۔

۲۔ راقم کی رائے کے مطابق اس کتاب کا عنوان "جنوبی ایشیا کے اردو فتاویٰ کے مجموعات اور فقہی، تحقیقی ادارے" ہوتا تو زیادہ مناسب تھا، کیوں کہ مصنف نے ایک مکمل باب (سوم) "پاکستان اور بھارت میں قائم فقہی تحقیقی ادارے" کے عنوان سے بھی شامل کیا ہے، اور کتاب کے نام **جنوبی ایشیا کے اردو مجموعے ہائے فتاویٰ** سے اس کے جملہ مندرجات پر صحیح روشنی نہیں پڑتی۔

۳۔ "ابتدائیہ" میں فاضل مؤلف نے تحقیق، تاریخ و تدوین فقہ پر مختصر مگر مفید معلومات جمع کی ہیں۔ اس کے بعد "تحقیق الفتویٰ" کے عنوان سے فتویٰ کا لغوی و شرعی معنی بیان کیا ہے۔ تاہم لغوی و شرعی معانی بیان کرتے ہوئے بجائے متداول عربی لغات کا حوالہ دینے کے ایک اردو مضمون "برصغیر میں فقہ اسلامی کے ارتقاء کا جائزہ" از مشیر الحق کا حوالہ دیا ہے۔ (دیکھیے: ص ۱۹ حوالہ نمبر ۱۴) جو ایک تحقیقی مضمون و تحریر کے شایان شان نہیں۔
"آداب المفتی" کے عنوان کے تحت فتویٰ کو اللہ تعالیٰ کی سنت قرار دیا ہے (ص ۲۱) جو حقیقت فتویٰ کو مد نظر رکھتے ہوئے محل نظر ہوتا ہے۔

۴۔ باب اوّل کا اساسی عنوان قائم کیا ہے "جنوبی ایشیا میں فقہ حنفی کا آغاز و اشاعت" اور پھر ذیلی مختلف عنوانات قائم کیے ہیں جن میں ایک اہم عنوان ہے "فقہ حنفی کا آغاز" (ص ۲۹) اس کے ذیل میں برصغیر میں فقہی رجحانات کے آغاز و اور پھیلاؤ پر تو بات کی ہے مگر فقہ حنفی کے بالخصوص اس خطے میں معروف اور عام ہونے کے اسباب و وجوہات کیا ہیں؟ اس اہم پہلو پر کوئی گفتگو نہیں ہو سکی۔

ب) "سلاطین دہلی کا عہد" کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے کہ وہ فقہ حنفی میں بہت دلچسپی رکھتے تھے (ص ۳۰) مگر اس کی وجوہات اور ان کے اس رجحان کے خاص اسباب کیا تھے؟ اس پر کلام نہیں کیا جاسکا۔

ج) "برطانوی عہد" کے عنوان کے تحت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے منہج پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شاہ صاحب علما کے لیے تقلید کو حرام سمجھتے تھے۔ (دیکھیے ص ۳۸ حوالہ نمبر ۴۲، محمد عبید اللہ بن خوشی محمد (مترجم) فقہی اختلاف کی اصلیت)

دراصل فاضل مصنف نے یہ بات شاہ صاحب کی عربی تصنیف **الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف** کے اردو ترجمے کے حوالے سے نقل کی ہے جبکہ شاہ صاحب نے اپنی عربی تصنیف میں تقلید کو حرام قرار دینے والے حضرات مثلاً ابن حزم الظاہری اور ان کی بات کی وضاحت کرنے والے عز الدین بن عبد السلام، ابو شامہ اور امام مزنی وغیرہ کے قول کی توجیہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

لكن لمالم يكن له علم بما قاله النبي ﷺ والا بطريق الجمع بين المختلفات من كلامه، ولا بطريق الاستنباط من كلامه، اتبع عالما راشد.... الخ [۲] جس کا مطلب یہ ہے کہ تقلید اس متبحر عالم کے لیے حرام ہے جو درجہ اجتہاد پر فائز ہو، اور نبی علیہ السلام کے مختلف اقوال میں تطبیق و تاویل کر سکتا ہو، ناسخ منسوخ کا علم رکھتا ہو وغیرہ وغیرہ، باقی جس کے پاس علم نہ ہو اس کے لیے تقلید ہی ہے۔

۵- باب دوم (جنوبی ایشیا میں اردو فتاویٰ کا آغاز و ارتقا) میں تحریر کرتے ہیں: "قبل ازیں یہ فن (فتویٰ نویسی) صرف علما اور فقہا کی باہمی علمی و فقہی مباحث تک ہی محدود تھا، تاہم نئے حالات کے تقاضوں کے پیش نظر، فتویٰ نویسی کا عمل عوام میں بھی مقبول ہو گیا۔" یہ بات قابل غور ہے کہ فتویٰ نویسی کا عمل تاریخ کے کسی دور میں بھی عوام کے ہتھے نہیں چڑھا (شاید مصنف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ پہلے علما تک محدود تھا اور پھر عوام میں بھی اس کا تعارف ہوا، شاید یہ کہنا نہیں چاہتے کہ عملاً عوام بھی فتوا دینے لگے۔)، تو کہا جا سکتا ہے کہ عصر حاضر میں بالعموم فتویٰ نویسی کے میدان میں اہل علم کی وہ استعدادیں اور علمی رسوخ منظر نہیں آتا جو مطلوب ہے، لیکن (بلا حوالہ) یہ بات کہنا کہ "فتویٰ نویسی" جیسا جلیل القدر اور لائق احتیاط عمل عوام میں بھی عام ہو گیا تھا درست نہیں۔

۲- شاہ ولی اللہ، الإنصاف في بيان سبب الاختلاف (بیروت: دار النفائس، ۱۴۰۴ء)، ۱۰۱

ب) ریڈیو، ٹیلی ویژن، موبائل فون کے ذریعے بتلائے جانے والے مسائل کو "فتویٰ نویسی" کی تاریخ میں نئے باب کا اضافہ قرار دینا (ص ۴۶) بھی تسامح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ "فتویٰ نویسی" کا مطلب "فتویٰ لکھنے کا کام کرنا" ہوتا ہے، جب کہ زبانی بتلائے جانے والے مسائل کو "فتویٰ نویسی" میں شمار نہیں کیا جاتا۔

ج) اس باب میں مصنف نے جس قدر محنت سے "کتب فتاویٰ" کا احصا کیا ہے لائق تقلید و قابل ستائش ہے اور چند کتب کے علاوہ کتب فتاویٰ کا تعارف شامل کر دیا ہے، تاہم کتب کے تعارف کے ساتھ ساتھ مصنف کا ان پر تبصرہ و تجزیہ بھی آجاتا تو کتاب کو چار چاند لگ جاتے ہے۔ بعض جگہ پر تبصرہ کیا بھی ہے تو وہ نقل محض ہے (دیکھیے: ص ۱۵، مولانا عبدالحی لکھنوی کی کتاب **فتاویٰ عبدالحی لکھنوی** پر تبصرہ کرتے ہوئے ارشاد الحق اثری کی رائے و تبصرے کو نقل کر دیا گیا ہے اور اپنی رائے و تجزیے کا کوئی اضافہ نہیں کیا۔

۶) باب سوم میں فاضل مصنف نے پاکستان اور بھارت میں قائم فقہی تحقیقی اداروں کا تذکرہ کیا ہے، ان تذکروں میں المرکز الاسلامی بنوں کے زیر اہتمام بنوں فقہی کانفرنسوں کا تو جامع تذکرہ پیش کیا گیا ہے، البتہ ادارہ تحقیقات اسلامی اور اسلامی نظریاتی کونسل کے قیام کے مقاصد کو تو واضح کیا ہے مگر ان کے تحقیقی کام اور اس کی مختلف پہلوؤں کو بیان نہیں کیا گیا۔

ب) تحقیقی اداروں کے تذکروں میں "مجلس تحقیق مسائل حاضر کراچی" کا ذکر نہیں ہو سکا جب کہ مجلس کے اراکین میں مولانا یوسف بنوری، مولانا عاشق الٰہی بلند شہری، مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ، مفتی ولی حسن ٹونکی، مفتی محمد رفیع عثمانی اور مفتی محمد تقی عثمانی صاحب جیسے اساطین علم شامل رہے ہیں اور ان کی اجتماعی تحقیقی کاوشوں میں:

۱۔ پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ اور سود کا مسئلہ

۲۔ حکومت کا بینکوں اور مالیاتی اداروں سے زکوٰۃ وصول کرنے کا شرعی حکم

۳۔ تکافل، انشورنس کا اسلامی متبادل وغیرہ

اہم مسائل شامل ہیں۔

کتاب میں بالعموم پروف کی اغلاط نہیں ہیں تاہم کہیں کہیں یہ اغلاط موجود ہیں اور اس طرح کی اغلاط بسا اوقات صاحب تحریری کے علمی ضعف و اضمحلال کی بدگمانی کا ذریعہ بھی بن جاتی ہیں۔ (مثلاً مولانا بہاری۔۔۔ایک متحبر (درست متبحر) اور ممتاز مفتی تھے (ص ٦٨)، راجع (راجح) دلائل (ص ۷۴)، بعض استفتا کی عبارت کے ساتھ مستفتیٰ (مستفتی) کا نام اور جگہ درج ہے، (ص ۷۸) اس لیے لیے ان کی باریک بینی سے اصلاح کا اہتمام بہت ضروری ہے۔